حکمت مومن کی گمشدہ متاع ہے۔

تفقہ فی الدین اور حصول علم عظیم الشان نیکیاں ہیں۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 10 /فروری 1995ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے درج ذیل آیات کریمہ تلاوت کیں۔

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝ هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝ (الجمعہ: 3،2)

پھر فرمایا:۔

حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کی رسالت کے چار عظیم فرائض جو آپؐ کے سپرد تھے اور آپؐ کی رسالت کا خلاصہ ہیں اس آیت کریمہ میں بیان فرمائے گئے ہیں جس کی میں نے تلاوت کی ہے۔ اول مقصد ہر رسول کی بعثت کا خدا تعالیٰ کی آیات پڑھ کر سنانا ہوتا ہے اور اسی طرح باقی تین مقاصد بھی جو بیان ہوئے ہیں وہ بھی دراصل رسالت کے مقاصد ہیں مگر بطور خاص حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کی ذات میں یکجائی صورت میں جس شان اور جس اعلیٰ ترتیب کے ساتھ قرآن کریم نے بیان فرمائے ہیں ایسا ذکر دوسری کتابوں میں نہیں ملتا۔ اس تفصیلی بحث کی خاطر آج یہ میں نے تلاوت نہیں کی بلکہ اس کے ایک حصے پر روشنی ڈالنا مقصود ہے۔

اول یہ کہ وہ آیات پڑھتا ہے اور ان آیات کی تلاوت کے نتیجے میں اللہ کو بندوں کے قریب کر دیتا ہے اور بندوں کو یہ توفیق ملتی ہے کہ ان آیات کے ذریعے براہ راست اپنے رب سے تعلق قائم کر سکیں اور جوں جوں یہ تعلق براہ راست قائم ہوتا چلا جاتا ہے ان کا تزکیۂ نفس ہوتا ہے اور یہ تزکیۂ نفس بھی محتاج رہتا ہے رسولؐ کی صحبت کا، رسولؐ کے اعلیٰ اور پاکیزہ اثر کا اور کوئی ایسی بات نہیں جو از خود حاصل ہو رہی ہو۔ بظاہر براہ راست تعلق تو ہوتا ہے لیکن محمد رسول اللہ ﷺ کی تلاوت کے نتیجے میں جب وہ آیات تلاوت کرتا ہے تو اس میں ایک غیر معمولی طاقت پائی جاتی ہے سچائی کی اور وہ سچائی کی طاقت ہے جو خدا کو گویا سامنے لا کر کھڑا کرتی ہے۔ پھر اس رسولؐ کے ایمان اور اس کی تقویت کے نتیجے میں جس کو یہ رسولؐ دیکھتا ہے اس خدا کو اس کے غلام دیکھنے لگتے ہیں اور ان کے نتیجے میں آمنے سامنے گویا ایمان قائم ہو گیا۔ اس کے نتیجے میں تزکیۂ نفس ایک لازمی چیز ہے۔ تزکیۂ نفس کا تعلق علم سے اتنا نہیں جتنا کسی طاقتور ہستی کی موجودگی کے احساس سے ہے۔ انسانی قوانین میں بھی یہی بات ہے جو بنیادی طور پر کارفرما ہے اگر ایک انسان کو علم ہو کہ میں ایک طاقتور قانون کی نظر میں ہوں جس کے ہاتھ مضبوط ہیں اور لمبے ہیں اور مجھ تک پہنچ سکتے ہیں تو جب تک یہ شعور موجود ہے یہ احساس موجود ہے انسان گناہ نہیں کر سکتا یعنی دنیا کا گناہ بھی نہیں کر سکتا۔

تو دراصل تلاوت آیات کا ایک مفہوم یہ بھی ہے کہ آنحضرت ﷺ جس کامل یقین اور شان اور قوت کے ساتھ تلاوت آیات کرتے ہیں وہ دلوں میں ڈوبتی چلی جاتی ہے اور غائب خدا کو گویا حاضر کرتی چلی جاتی ہے اور اس کے نتیجے میں ایسے لوگوں کا تزکیہ ایک طبعی اور لازمی امر ہے مگر رسولؐ کی برکت کے نتیجے میں اس کے ساتھ ساتھ ہوتا ہے۔ وہی رسولؐ آج بھی زندہ ہے یعنی روحانی اثرات کے لحاظ سے اور تلاوت بھی موجود ہے مگر وہ اثر دکھائی نہیں دے رہا جو اس زمانے میں ظاہر ہوا اور جس کا قرآن کریم گواہ بن گیا۔ وہ سنتے تھے اور پاک ہوتے چلے جاتے تھے تو صحبت رسالتؐ ایک بہت ہی عظیم کام ہے جو رسالت کے فرائض میں شامل ہے اور اس کی ضرورت سے انکار نہیں ہو سکتا۔ تلاوت اپنی جگہ مگر رسولؐ کی ذاتی صحبت اور اس کے تقدس سے تزکیہ حاصل کرنا یہ مضمون بھی ساتھ ساتھ چل رہا ہے۔

پھر فرمایا وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وہ انہیں کتاب کا علم بھی دیتا ہے اور حکمت کا علم بھی دیتا ہے۔ **یعلم** کا جو فعل ہے دونوں پر چسپاں ہو رہا ہے۔ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ یعنی ان کو کتاب سکھاتا ہے وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ اور ان کو حکمت سکھاتا ہے۔ یہ وہ

مضمون ہے جس کے متعلق یعنی علم اور حکمت کے مضمون سے متعلق میں چند احادیث آپ کے سامنے رکھنا چاہتا ہوں کیونکہ علم اور حکمت ایسی دائمی چیز ہیں جو اگر رسول ﷺ موجود نہ بھی ہو تو اس کی خیر و برکت کو قوم میں جاری کرنے کا ایک بہت ہی اہم ذریعہ ہیں اور علم وحکمت ایک زمانے میں رسالت کی نمائندگی کا حق ادا کرتے ہیں اس لئے علم وحکمت کے اوپر بہت زور دینے کی ضرورت ہے اور روحانی اور دینی علوم کو اور دوسرے ہر قسم کے علوم کو جو حکمت کے تابع بیان ہوئے ہیں ان کو جماعت میں ترویج دینے کی بہت ضرورت ہے اور رمضان کا مہینہ خاص طور پر چونکہ مقاصدِ رسالت کو قائم کرنے اور جاری کرنے میں بہت ہی مفید اور ممد مہینہ ہے اور ہمارے یہ کام جو آنحضورؐ کی غلامی میں ہم نے اپنے اوپر فرض کر کے رکھے ہیں ان کو یہ مہینہ آسان بنا دیتا ہے، اس لئے علم وحکمت سے تعلق میں کچھ نصیحتیں میں آج آپ کو کرنا چاہتا ہوں تا کہ رمضان کی برکت سے وہ اثر جو پہلے نہیں ہو سکا اب اس مہینے کی برکت سے وہ اثر قائم ہو اور اس کے نتیجے نکلیں۔

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں یہ ابن ماجہ کی حدیث ہے۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللّٰہ ﷺ طلب العلم فریضتہ علی کل مسلم (ابن ماجہ باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم)

کہ علم کا طلب کرنا یہ ہر مسلمان کا فرض ہے۔ اب یہ دیکھیں فریضہ استاد سے ہٹا کر شاگرد پر ڈال دیا گیا ہے استاد جو محمد رسول اللہ ﷺ کا غلام اور محمد رسول اللہ ﷺ کے نقش قدم پر چلتا ہے اس نے تو علم پھیلانا ہی پھیلانا ہے لیکن جنہوں نے اس سے فائدہ اٹھانا ہے ان پر اگر فرض نہ کیا جائے تو وہ ہلکے انداز میں بعض دفعہ باتوں کو لیتے ہیں اور اس پیروی کو ایک زائد خدمت کے طور پر سمجھتے ہیں۔ کی تو بہتر ہے نہ کیا جائے تو کوئی حرج نہیں۔ اس غلط فہمی کا ازالہ ہمیشہ کے لئے آنحضرت ﷺ کے اس ارشاد نے فرما دیا کہ **طلب العلم فریضتہ علی کل مسلم** اگر تم مسلمان کہلاتے ہو تو یاد رکھو علم کی طلب کرنا اور کرتے چلے جانا یہ تمہاری شخصیت کا حصہ بن چکے ہیں اور اس کو چھوڑ کر تم حقیقی معنوں سے مسلمان نہیں کہلا سکتے۔

پھر ابن ماجہ ہی کی ایک حدیث ہے۔ **عن ابی ھریرۃ رضی اللّٰہ عنہ ان النبی ﷺ قال افضل الصدقہ ان یتعلم المرء المسلم علماً ثم یعلمہ اخاہ المسم۔** (ابن ماجہ باب ثواب معلم الناس الخیر)

اب یہاں بھی ہمیں اساتذہ کی جو ضرورت ہے اس کا رستہ بھی وہی تجویز فرمایا جو پہلی حدیث میں بیان کیا ہے۔فرمایا ہے مسلمان پر فرض ہے کہ وہ علم سیکھے پھر سکھائے۔یعنی استاد بننے کے لئے بھی ذمہ داری طالب علم پر ہے۔وہ پہلے علم سیکھے اور پھر آگے اس کو جاری کرے اور اپنے بھائیوں میں اس طرح علم کی ترویج کرے۔

پھر حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ فرماتے ہیں یہ الترغیب والترہیب سے حدیث لی گئی ہے۔

عن ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ تعلموا لعلم اتعلموا للعلم السکینت والوقار وتواضعو المن تعلمون منه. (الترغیب والترہیب باب الترغیب فی اکرام العلماء)

کہ علم حاصل کرو اور وقار اور سکینت کو اپناؤ۔وقار سے مراد علم سے متعلق ایسا رویہ اختیار کرنا ہے کہ علم کی تم قدر کرتے ہو،اس کی عظمت کو پہچانتے ہو اور ہلکی پھلکی بات کے طور پر نہیں لیتے بلکہ پورا وزن دیتے ہو اس بات کو،اس کو وقار کہتے ہیں۔وقر، ویسے وزن کو کہتے ہیں اور بوجھ کو بھی کہتے ہیں مگر وقار لفظ ہمیشہ اعلیٰ معنوں میں،عظمت کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔مراد یہ ہے کہ علم کی توقیر کرو۔اسے بلند مرتبہ سمجھو اور پھر علم حاصل کرو اور سکینت کو اپناؤ۔سکینت افراتفری کے علم حاصل کرنے والے پر چسپاں نہیں ہوتا۔لفظ سکینت۔آیا بیٹھا بے چین ہوا کچھ حاصل کیا بھاگ گیا۔اس کو سکینت کا علم نہیں کہتے۔علم سیکھنے کے لئے جہاں علم کا وقار اور اس کی عظمت کا دل میں جاگزین ہونا ضروری ہے وہاں یہ بھی ضروری ہے کہ سیکھنے والا تسکین سے تسلی سے سیکھے اور اس کو کہیں اور جانے کی افراتفری نہ ہو بلکہ وہاں جم کے سمجھے کہ ہاں مجھے یہیں لطف آرہا ہے اور یہی میرے وقت کا بہترین مصرف ہے۔اس کے بغیر لفظ تسکین اس طالب علم پر چسپاں نہیں ہوسکتا جو آیا گیا،سرسری نظر سے دیکھا، کچھ ملا تو ٹھیک، نہ ملا تو واپس۔

پھر فرمایا **وتواضعو المن تعلمون منه** اور جن سے تم علم سیکھتے ہو ان سے بھی انکسار کا معاملہ کرو۔ان سے ادب اور احترام کا معاملہ کرو کیونکہ اس سے علم پڑھانے والے کو،علم سکھانے والے کو بھی تقویت نصیب ہوتی ہے اور علم کا مرتبہ بڑھتا ہے۔

یہ جو علم سکھانے والے کے ساتھ عزت واحترام کا معاملہ ہے، یہ محض دینی علم سے تعلق نہیں رکھتا بلکہ دنیا کے تمام علوم سے تعلق رکھتا ہے اور دنیا کی تمام قومیں جہاں علم پڑھانے والوں کا وقار اٹھ گیا، جہاں ان کا احترام باقی نہیں رہا ان کے ہاں علمی معیار ہمیشہ تنزل اختیار کر گیا ہے اور آج

انگلستان میں بھی یہ بحث اب بہت زور سے اٹھائی جارہی ہے کہ ہمارے طالب علم اپنے استادوں کی عزت نہیں کرتے، ان کا احترام نہیں کرتے، ان کا کوئی ادب ان کے دل میں نہیں۔ نتیجۃً اب وہ گستاخ اور بدتمیز ہو چکے ہیں بلکہ بعض استادوں پر حملے کرتے ہیں اور ان استادوں کو کوئی تحفظ نہیں ہے نتیجۃً استادوں کے دل میں بھی علم سکھانے کا شوق باقی نہیں رہا۔ کہاں یہ کہ وہ جان ڈال کر ایسا کیا کرتے تھے اور اب کہتے ہیں ٹھیک ہے جس نے سیکھنا ہے سیکھے باقی جائیں جہنم میں، جو مرضی کریں۔ پس علم کو گہرا نقصان پہنچتا ہے اگر طالب علم تعلیم دینے والے کی عزت نہ کرے۔ ہندوستان میں کسی زمانے میں یہ خوبی بہت تھی کہ استاد کی گہری عزت پائی جاتی تھی اور محاورہ ''زانوئے ادب تہہ کرنا'' یہ بھی اس بات کی نشان دہی کرتا ہے۔ کہ ادب سے گھٹنے ٹیک کر، زمین پر لگا کر، تہہ کر کے بیٹھا کرتے تھے لیکن پھر رفتہ رفتہ یہ چیزیں اٹھنی شروع ہو گئیں۔ آج سے بہت پہلے یہ تنزل شروع ہوا ہے اور اکبرالٰہ آبادی نے اس مضمون کو یوں باندھا ہے:

؎ دن وہ بھی تھے کہ خدمت استاد کے عوض
دل چاہتا تھا ہدیۂ دل پیش کیجئے

ایسا بھی زمانہ تھا کہ جب استاد ہماری خدمت کیا کرتا تھا کہ دل سے یہ آواز اٹھا کرتی تھی کہ اتنے عظیم محسن کے لئے تو ہدیۂ دل پیش ہونا چاہئے۔

؎ بدلا زمانہ ایسا کہ لڑکا
کہا ہے ماسٹر سے کہ بل پیش کیجئے

اب زمانہ ایسا بدل گیا ہے کہ سبق کے بعد لڑکا کہتا ہے ''کہتا ہے ماسٹر سے کہ بل پیش کیجئے''

جو بھی تم نے کرنا تھا کر لیا اب پیسے مانگو اور جاؤ چھٹی کرو اور یہ بل پیش کرنا ہے، یہ بھی دراصل دونوں طرف کے انحطاط کا منظر پیش کرتا ہے کیونکہ عموماً جب تعلیم کے ساتھ اجرت لگ جائے اور تعلیم کا جذبہ اور شوق اساتذہ کو لوگوں کو تعلیم دینے پر آمادہ نہ کرے اس پر اکسائے نہیں بلکہ محض ٹیوشن کی طلب ہو تو پھر لازماً یہی ہوگا کہ پیسوں کی خاطر تم پڑھاتے تھے لو پیسے لو اور چھٹی کرو۔ تو آنحضرت ﷺ نے قرآنی تعلیم کے پیش نظر آیات کو نہ بیچنے کا ایک یہ بھی مفہوم سمجھا ہے کہ قرآن کی تعلیم جہاں تک ممکن ہے وہ بغیر معاوضے کے ہو، اس شوق میں ہو کہ قرآن پڑھایا جارہا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے

جماعت میں ایسے بہت سے درس قائم ہو چکے ہیں، عورتیں بھی اور مرد بھی قطعاً معاوضہ نہیں لیتے اور اسی روح کو بہت زیادہ ترقی دینے کی ضرورت ہے اور مزید رائج کرنے کی ضرورت ہے۔ مگر وہ اساتذہ جو استاد کے طور پر نوکر ہوں اگر قرآن پڑھانا ہی ان کے فرائض میں ہے تو وہ روپیہ حرام نہیں ہرگز یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ قرآن کی آیات بیچتے ہیں۔ اس کا دراصل اور مفہوم ہے مگر ضمناً اس مضمون کو اگر زیادہ آگے بڑھایا جائے تو یہ بھی اس سے شائستہ تعلیم ہمیں ملتی ہے کہ قرآن کریم کو محض قرآن پڑھانے کی محبت میں پڑھاؤ، نہ کہ کوئی ذاتی منفعت اس سے وابستہ کردو۔

حضرت ابوہریرہؓ کی ایک اور حدیث ہے جو ابن ماجہ سے لی گئی ہے۔

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال ﷺ کلمتہ الحکمتہ ضالتہ المومن حیثما وجدھا فھوا حق بھا (ابن ماجہ ابواب الزاھد باب الحکمتہ)

کہ مومن کے نزدیک، مومن کا طرز عمل علم کی طرف یہ ہے اور وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ میں علم کے ساتھ حکمت کو جو باندھا گیا ہے اس تعلق میں یہ حکمت والی حدیث میں آپ کے سامنے رکھ رہا ہوں۔ **کلمتہ الحکمتہ ضالتہ المومن** حکمت کی بات تو مومن کو یوں لگتا ہے کہ میری ہی گمشدہ چیز تھی۔ جیسے گمشدہ اونٹنی کسی کی مل جائے تو کوئی دینے والا، کوئی دکھانے والا اس لینے والے کی راہ میں اور اونٹنی کی راہ میں حائل نہیں ہوا کرتا۔ کوئی مالک یہ سوچ کر شرم محسوس نہیں کرتا کہ میری اونٹنی گمی ہوئی تھی فلاں بدو نے دکھائی ہے اس لئے میں نہیں لوں گا وہ اپنا مال سمجھ کے لیتا ہے۔

پس حکمت تو مومن کی شان ہے یہ بہت ہی پیارا کلام ہے اور مومنوں کو ایک عظیم خراج ہے ان کی صفات حسنہ کا یعنی محمد رسول اللہ اپنے غلاموں سے توقع رکھتے ہیں کہ جیسا مجھے علم و حکمت سکھانے پر خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور فرمایا گیا ہے تم لوگ حکمت کی ایسی قدر کرنے والے ہو یا خدا کے نزدیک تمہارا یہ مقام ہے کہ حکمت کی ایسی قدر کرو کہ گویا وہ تمہارے گھر کی چیز تھی اور جہاں بھی دکھائی دے اسے قبول کرو۔ بہت ہی گہرا مضمون ہے جیسا کہ میں نے بیان کیا ایک طرف تو مومنوں کے رجحان کے اوپر اس سے بہتر تعریفی کلمات نہیں ہو سکتے تھے کہ حکمت تو ان کی اپنی چیز ہے انہی کو حکمت کی باتیں کرنی چاہئیں، انہی کو حکمت سونپی گئی ہے ان کو آج زمانے میں حکمت کا مالک بنایا گیا

ہے اور ساتھ یہ فرمایا کہ جہاں کہیں بھی حکمت ملے، بتانے والا اگر حقیر بھی دکھائی دے، غیر بھی دکھائی دے، دشمن بھی ہو تو حکمت تمہاری چیز ہے اسے قبول کرو۔

بعض لوگ کہتے ہیں جی فلاں سے یہ بات آئی ہے ہم نہیں لیتے اور چھوٹے آدمی نے بات کر دی ہے تو وہ برا مناتے ہیں۔ علم کے حصول میں اور حکمت کے حصول میں برا منانے کا مضمون داخل ہی نہیں ہے۔ یہ وہ ڈکشنری ہے جس میں یہ لفظ نہیں ملتا۔ علم بھی اور حکمت بھی۔ مومن کی ساری زندگی کا ایک پیشہ ہے اس کا یا زندگی کا ایک اٹوٹ انگ ہے، زندگی کے اجزا میں داخل ہے اس لئے کسی لمحہ بھی وہ اس سے الگ نہیں ہو سکتا اور یہ خیال کہ کسی زمانے میں ہم طالب علم تھے اب ہم عالم بن گئے ہیں اور معلم بن گئے ہیں اس خیال کو یہ تمام احادیث باطل قرار دے رہی ہیں جو ہر مومن کو متعلّم کے طور پر پیش کر رہی ہیں اور متعلّم بناتی ہیں اور پھر معلم بناتی ہیں تو گویا آنحضرت ﷺ کے نزدیک مومن کا علم کے حصول کا سفر آخری لمحے تک جاری ہے کیونکہ اگر آخری لمحہ بھی اس کا مومن ہونے کا لمحہ ہے اور اس کے بغیر اس کا سارا ایمان ضائع جائے گا تو وہ بھی حصول علم کا ہی ایک لمحہ ہے۔ پس علم سے کسی وقت بھی مومن کو اس طرح چھٹکارا نہیں ہو سکتا کہ میں اب عالم بن گیا ہوں بالکل بے وقوفوں والی بات ہے۔

مجھے بارہا یہ تجربہ ہوتا ہے بعض غلطیاں ہوتی ہیں اردو کے تلفظ میں بھی انگریزی کے تلفظ میں بھی۔ بعض الفاظ میں بعض دفعہ قرآن کریم کی تلاوت میں زیر زبر کی غلطی ہو جاتی ہے۔ تو بعض احمدی بڑی معذرت سے لکھتے ہیں اور جب وہ معذرت شروع ہوتی ہے مجھے سمجھ آ جاتی ہے کہ آگے کیا ہونے والا ہے حالانکہ معذرت کا کیا سوال وہ تو محسن ہے اور آپ ﷺ فرماتے ہیں کہ اس کی عزت کرو۔ تو معذرت کیسی؟ ایک طرف احسان کرتے ہو دوسری طرف معذرتیں۔ حقیقت یہ ہے کہ علم سیکھنے کا دور ایک دائمی دور ہے۔

ابھی چند دن ہوئے جرمنی سے ایک عزیزہ محمودہ بیگم نے خط لکھا اور بڑی معذرتیں تھیں، میں سمجھ گیا تھا کہ کچھ ہونے والا ہے آگے۔ بات اتنی سی تھی کہ آپ کو تلفظ کی صحیح ادائیگی کا شوق ہے میں جانتی ہوں مگر آپ نے ''کانپریسی'' لفظ بولا تھا ایک جگہ تو یہ درست نہیں ہے۔ یہ لفظ " Conspiracy" ہے تو یہ درست ہے ان کی بات، مگر بعض دفعہ غلط تعلیم اگر بچپن میں ہوئی ہو تو وہ

ایسے نقش ہو جاتے ہیں کہ انسان کو مدتوں صحیح لفظ سنتے ہوئے بھی پتا نہیں چلتا کہ میں کیا کہہ رہا ہوں اور یہ سلسلہ صرف انگریزی میں نہیں اردو میں بھی ہر دوسری زبان میں جاری وساری ہے۔کئی دفعہ عرب جو بہتر عربی جانتے ہیں وہ کوئی لفظ غلط تلفظ سے بولتے ہیں ان کی اصلاح کرتا ہوں لیکن یہ مطلب نہیں کہ میں ان پر فائق ہوں۔عربی زبان کے علم میں وہ فائق ہیں مگر یہ علم کا مضمون ایسا ہے جو دوطرفہ چلتا ہی رہتا ہے کبھی استاد معلم کبھی شاگرد معلم۔ایک دوسرے سے سیکھتے ہیں اور اس طرح یہ ایک ایسا مضمون ہے جو ہمیشہ ہر عالم کو معلم بھی بناتا ہے اور متعلّم بھی بناتا ہے۔تو "Conspiracy" لفظ ہے وہ اس لئے غلط ہے کہ تلفظ میں دو حصوں میں سے یا تین حصوں میں سے جس پر زور ہو اس کے Volves نمایاں بیان کئے جاتے ہیں جس پر زور نہ ہو اس کے Volves کچھ مٹ جاتے ہیں تو چونکہ (con) پر زور نہیں ہے اس لئے کُن پڑھا جاتا ہے۔اور یہ انگریزی کا جو طریق ہے یہ ساری زبان پر حاوی ہے اور ضربین یعنی ضربیں ہوتی ہیں جس کو Syllables کہتے ہیں ہم یعنی لفظوں کے وہ ٹکڑے جو ایک والو کے ساتھ متعلق ہو کے ایک آواز پیدا کرتے ہیں کا،نا،وا، یہ ضربیں ہیں تو وہاں سپریسی یہ نشان پڑا ہوا ہے زور کا لغت میں،جس طرح سپرٹ کہتے ہیں ہم اس طرح سپریسی کہتے ہیں۔تو جب سپریسی کہیں گے تو پھر کُن نہیں کہہ سکتے پھر Consipiracy تو یہ میں آپ کو ضمناً بتا رہا ہوں کہ یہ انگریزی زبان کا تلفظ کا ایک طریق ہے مگر ہمارے ہاں تو روزمرہ یہ سلسلہ چل رہا ہے۔ میرے ساتھ ریسرچ گروپ والے یہاں کے تعلیم یافتہ،یہاں کے جمے پلے بچے اور بچیاں بیٹھتے ہیں کلاس میں۔کبھی میں ان کی تصحیح کرتا ہوں کبھی وہ میری تصحیح کرتے ہیں پھر ہم ڈکشنریاں دیکھتے ہیں اور بڑا لطف آتا ہے۔جس کی تصحیح ہو رہی ہو وہ بھی لطف اٹھاتا ہے جو تصحیح کرتا ہے اس کو بھی ایک مزہ آ رہا ہوتا ہے تو معذرتوں کی ضرورت نہیں ہے۔

آنحضرت ﷺ نے ہمیں یہ اسلوب سکھلا دیا ہے اور اس سے باہر کوئی شخص نہیں ہے کہ علم سیکھنا تمہاری ذمہ داری ہے اور جو علم کی بات تمہیں بتاتا ہے اس پر غصہ نہیں کرنا۔اس کے ساتھ عجز کا سلوک کرو،انکساری سے بات کرو،ہاں ہاں جزاک اللہ آپ نے ٹھیک کر دیا اور ساتھ ہی یہ یاد رکھو کہ حکمت کی بات تو تمہاری لونڈی ہے تمہارے گھر کی چیز ہے ویسے بھی شرمندگی کی کوئی بات نہیں،تمہیں اس پر ایسا حق ہے جیسے خدا نے تمہیں دے دیا ہے پھر کہیں سے ملے اسے قبول کرو۔

اور اسی ضمن میں میں آپ کو بتاتا ہوں کہ درحقیقت اس خط کے بعد جب میں نے اپنے گزشتہ حالات پر غور کیا تو مجھے پتا چلا یعنی پتا تو پہلے ہی تھا لیکن نمایاں طور پر یہ بات ایسی سامنے آئی جو میں نے کہا میں آپ کو بھی بتاؤں کہ جو میرا طالب علمی کا زمانہ تھا وہ تو دراصل طالب علمی کا زمانہ تھا ہی نہیں وہ تو سیر و تفریح اور اپنی مرضی کی کتابیں پڑھنا اور اپنے شوق پورے کرنے کا زمانہ تھا۔ سکول تو ایک مصیبت تھی۔ میرا تو طالب علمی کا زمانہ سکول سے فارغ ہونے کے بعد یا کالج سے فارغ ہونے کے بعد شروع ہوا ہے اور اصل طالب علم میں خلیفہ بننے کے بعد بنا ہوں۔ ساری جماعت اللہ کے فضل سے میری معلم ہے اور اللہ تعالیٰ نے یہ وسیلے مجھے عطا فرمائے اور میں جوان کو دیتا ہوں آنحضرت ﷺ کی تعلیم کے مطابق علم حاصل کرتا ہوں اور علم دیتا ہوں دونوں طرف برابر کا رشتہ ہے۔ سوائے ان باتوں کے جو خدا خاص طور پر سکھلاتا ہے وہ ایک الگ مضمون ہے جس میں بندے کا بیچ میں دخل نہیں ہوتا غیب سے اللہ تعالیٰ مضامین عطا فرماتا ہے، دلوں میں ڈالتا ہے اور اس قوت کے ساتھ وہ مضامین نازل ہوتے ہیں کہ اس میں کسی انسانی تعلیم کا، اس کی کوشش کا یا طالب علم کے اپنے کسی علمی نور کا دخل نہیں ہوتا تو اس کے سوا جو روزمرہ کے دستور ہیں ان میں کوئی انسان بھی علم سیکھنے سے بالا نہیں ہے۔

اور جہاں تک دنیاوی علوم کا تعلق ہے ایک موقع پر آنحضرت ﷺ کے متعلق قطعی پکی پختہ روایت ہے کہ کھجور لگانے والوں کی ایک غلطی آپ نے دیکھی۔ ایک دفعہ میں نے غلطی سے کہا تھا کہ پنیری ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کررہے تھے۔ وہ یہ غلطی نہیں تھی کچھ اور تھی مجھے بعد میں بتایا گیا مگر لگانے والوں کو آپؐ نے دیکھا کہ شاید وہ غلط کررہے ہیں اور اس پر ان کو سمجھایا کہ کیا ضرورت ہے اس کو چھیڑنے کی اس کو یونہی رہنے دو اور وہ چونکہ قریب قریب درخت تھے وہ فصل مرگئی بعد میں حاضر ہوئے کہ یا رسول اللہ ﷺ! آپؐ نے تو فرمایا تھا اور ہم نے آپؐ کے علم اور بات کے تقدس میں ویسا ہی کیا اور ہمارے سارے درخت ضائع ہو گئے آپؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے دین سکھانے کے لئے بھیجا ہے، ایگریکلچر سکھانے کے لئے تو نہیں بھیجا کہ زراعت سکھاؤں تم لوگوں کو لیکن اس کے باوجود یہ تو رسول اللہ ﷺ کے انکسار کا ایک عجیب عظیم الشان مظہر تھا لیکن آپؐ نے تو ہمیں سب کچھ سکھایا ہے۔ خدا گواہ ہے اپنی ساری زندگی پر نظر ڈالتا ہوں قدم قدم پر ہر علم میں ہر معاملے میں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی محتاجی محسوس ہوتی ہے۔ کون سا علم ہے جو نہیں سکھایا۔ کھانے پینے کے آداب تک

تو سکھائے۔ روزمرہ کے ملنے جلنے اٹھنے بیٹھنے صحت کے آداب۔ پس یہ مطلب اس حدیث کا نہیں ہے کہ رسول اللہ ﷺ صرف دین سکھانے آئے تھے۔ وہ یہ حدیث ظاہر کرتی ہے کہ علم کے لحاظ سے گنجائش موجود ہے وہ جو خدا سے سیکھتا ہے وہ بھی ایک طالب علم ہی رہتا ہے اور محمد رسول اللہ ﷺ نے جب یہ کہا تو یہ انکساری کی انتہا تھی ورنہ فنِ حرب آپؐ نے سکھایا، فنِ کلام سکھایا، کون کون سے دنیا کے علوم تھے جو نہیں سکھائے۔ طبابت سکھائی اور بہت ہی عظیم رسول ﷺ تھے کہ جن کا دائرۂ فیض ہر انسانی ضرورت کے دائرے پر پھیلا ہوا تھا۔

پس بعض دفعہ علماء یہ حدیث پیش کر کے کہتے ہیں دیکھو رسول اللہ ﷺ کو زراعت کا علم نہیں تھا۔ یہ غلط ہے۔ زراعت کا ویسے تو علم نہیں تھا مگر اصول زراعت اور جو اس کی بنیادی باتیں ہیں، وہ آنحضرت ﷺ نے بیان فرمائے اور قرآن کریم میں درج تھے اور آپؐ نے بیان فرمانے ہی تھے۔ زراعت کے وہ امور جو بنیادی اصولوں کے طور پر ہماری راہنمائی کرتے ہیں قرآن میں موجود ہیں اور آنحضرت ﷺ کی نصیحتیں اس تعلق میں ہمیشہ ایک جاری فیض کا دریا بنی رہیں گی۔ پس علم حاصل کرنا اور علم حاصل کرنے سے نہ شرمانا اور علم کے حصول پر زور دینا اور علم سکھانے پر زور دینا اس لئے ہماری زندگی کا ایک اٹوٹ حصہ ہے کہ ہمارے آقا و مولا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت کا ایک اٹوٹ حصہ تھا۔ آپؐ کے مقاصد کا ایک کبھی الگ نہ ہونے والا حصہ تھا جو ساری زندگی ایسا فرض تھا جو ہمیشہ آپؐ نے ادا فرمایا اور بہترین طریق پر ادا فرمایا ہے۔

پس اس ضمن میں آپ کو توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ جو چند باتیں ٹیلی ویژن کے ذریعہ یعنی چند علوم سے تعلق رکھنے والی باتیں جو ٹیلی ویژن کے ذریعے سکھانے کی کوشش کی جارہی ہے اس ضمن میں میں سمجھتا ہوں کہ جماعت کو ایک دفعہ پھر یاددہانی کی ضرورت ہے کہ وہ ان باتوں کو ہلکا پھلکا نہ سمجھیں۔ بہت ہی اہم چیزیں ہیں اور انقلابی فوائد رکھتی ہیں اور اگر آپ ان کو عام کریں گے اور سنجیدگی سے نصیحتوں پر عمل کریں گے اور ان معاملات میں میرے مددگار ثابت ہوں گے تو اللہ تعالیٰ آپ کو جو اجر دنیا اور آخرت میں دے گا وہ تو الگ ہے لیکن یہ فیض جو جو لوگ بھی اٹھائیں گے، جو آپ کی وساطت سے پائیں گے، ان کا فیض پانا بھی آپ ہی کی طرف منسوب ہوتا چلا جائے گا، اس میں سے آپ کو بھی حصہ ملتا چلا جائے گا۔ پس سنجیدگی سے ان نصائح پر عمل کریں۔ ابھی تک مجھے یہ شکوہ ہے

کہ وہ لوگ جن کی ذمہ داری یہ تھی وہ بات سمجھ نہ سکے ورنہ عموماً تو جماعت ہمیشہ بہت خلوص کے ساتھ اور بڑی مستعدی سے لبیک کہتی ہے۔ پس میں یہ حُسنِ ظن رکھتا ہوں کہ وہ کچھ لوگ بات سمجھ نہیں سکے اور جس طرح طریق کو منظّم کرنا چاہئے تھا وہ نہیں کیا گیا۔

آنحضرت ﷺ نے ایک موقع پر فرمایا تم جنت کے باغوں میں سے گزرو تو خوب چرو۔ صحابہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ریاض الجنۃ ہوتا کیا ہے آپؐ نے فرمایا علمی مجالس۔(الترغیب و الترھیب باب الترغیب فی مجالسۃ العلماء)۔یعنی ان میں بیٹھو اور خوب چرو جس طرح تر و تازہ گھاس میں جانور چرتے ہیں اسی طرح تم بھی چرا کرو۔ پھر حصول علم کے تعلق میں جو ٹھوکریں لگ سکتی ہیں جو خطرات ہیں ان کی بھی نشاندہی فرمائی۔ اب بتائیں کون سا ایسا حصہ ہے، علم کا ایسا حصہ جس کو رسول اللہ ﷺ نے بیان نہ فرمایا ہو۔ تمام انبیاؑء نے مل کر اپنی امتوں پر جتنی محنت فرمائی ہے جو ہمارے پاس ریکارڈ پہنچا ہے اس ریکارڈ کی رو سے میں کہتا ہوں جو ان کی باتیں نہیں بیان ہوئیں اللہ بہتر جانتا ہے مگر جو ریکارڈ ہم تک پہنچا ہے، تمام انبیاؑء کا اپنی امت کی خدمت کرنا ایک طرف رکھ دیں اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے جس جان کاہی سے اپنی امت کی خدمت فرمائی ہے وہ ایک طرف تو محمد رسول اللہؐ کا پلڑا بہت ہی بھاری رہے گا۔ کوئی نسبت ہی نہیں رہتی۔ اتنی تفصیل ملتی ہے اس معاملے میں کہ آنحضرت ﷺ نے اپنی امت کے لئے ان کے علم بڑھانے، علم سکھانے، حکمت سکھانے، تربیت کرنے وغیرہ وغیرہ پر جتنا زور دیا جس تفصیل سے جس باریکی سے تمام ضروری مطالب کو کھول کھول بیان فرمایا۔ اس کی کوئی مثال کسی دنیا کے نبی کی روایات میں خواہ کچی روایات ہی ہوں وہ بھی اکٹھی کرلیں ان میں بھی نہیں ملے گی۔ مبالغے والی روایات میں بھی وہ مثال نہیں ملتی جو آنحضرت ﷺ کے سلسلے میں مستند روایات سے ہمیں آنحضورؐ کی محنت کا علم ہوتا ہے۔

فرمایا! تم علم اس غرض سے حاصل نہ کرو کہ اس کے ذریعے دوسرے علماء کے مقابلے میں فخر کرسکو۔ علم اس غرض سے نہیں ہے کہ تم تفاخر کے لئے استعمال کرو نہ اس لئے حاصل کرو کہ اس کے ذریعہ جہلا میں اپنی بڑائی اور اکڑ دکھا سکو کہ بیٹھو جہلاء میں باتیں کرو کہ جی مجھے یہ آتا ہے اور تمہیں یہ نہیں آتا۔ یہ سب لغو باتیں ہیں اور ناپسندیدہ باتیں ہیں۔ جھگڑے کی طرح نہ ڈالو اور نہ اس علم کی بنا پر اپنی شہرت اور نام و نمود کے لئے مجلسیں جماؤ۔ جو شخص ایسا کرے گا یا ایسا سوچے گا اس کے لئے آگ

ہی آگ ہے اسے مصائب و بلیات اور رسوائی کا سامنا کرنا ہوگا۔ (ابن ماجہ باب الانتفاع بالعلم)۔

اب یہ وہ چیز ہے جس کے لئے دعا کی ضرورت پڑتی ہے کیونکہ انسان خود جتنا اپنے نفس سے غافل ہوتا ہے اتنا شاید کسی اور چیز سے غافل نہ ہو کیونکہ بسا اوقات انسان ساری زندگی اپنے ساتھ گزارا کرتا ہے اور اپنے آپ کو نہیں جانتا۔ بعضوں کی مرتے وقت آنکھ کھلتی ہے، بعضوں کی اس وقت بھی نہیں کھلتی، یوم حشر کو ہی کھلے گی جب ان کا حساب ہوگا، جب ان کی جلدیں ان کے اعضاء ان کے خلاف گواہی دیں گے۔ تو یہ مضمون ایسا ہے جو دعا کی طرف متوجہ کرتا ہے۔

بسا اوقات انسان کے ساتھ اس کے نفس کی نمود اس کی ذہنی طاقتوں کے ساتھ ساتھ کام کر رہی ہوتی ہے۔ نفس کے نمود کی تمنا اس کے اندر ایسی دبی ہوئی ہے کہ ہر کوشش، ہر معاملے میں وہ شیطان کی امنیہ کی طرح اس کی سوچوں پر، اس کی نیتوں پر، اس کے اعمال پر اثر ڈال رہی ہوتی ہے۔ پس علم کے معاملے میں بھی یہ دعا کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ جیسا چاہتا ہے ویسا ہم علم سیکھیں اور اپنی طرف سے ایسا علم حاصل نہ کریں جو ہمارے لئے نقصان کا موجب بنے۔

ابن مسعودؓ کی روایت ہے اور ترمذی سے لی گئی ہے آنحضرت ﷺ بیان فرماتے ہیں اکہ، اللہ تعالیٰ اس شخص کو تر و تازہ اور خوش حال رکھے جس نے ہم سے کوئی بات سنی اور آگے اسی طرح اسے پہنچایا جس طرح اس نے سنا تھا کیونکہ بہت سے ایسے لوگ جن کو بات پہنچائی گئی ہے سننے والوں سے زیادہ سمجھ رکھتے ہیں اور تفقہ کی طاقت رکھتے ہیں۔ (ترمذی کتاب العلم باب الحث علی تبلیغ السماع)۔

پس یہ بھی ایک بہت ہی ضروری حصہ علم کو ترویج دینے کا ہے کہ جہاں بھی کوئی اچھی علم کی آپ بات سنیں خواہ آپ کو پوری طرح سمجھ آئے یا نہ آئے اسے من وعن آگے پہنچانے کی کوشش کریں کیونکہ اس سے بہت سے ایسے لوگ ہیں جو سنتے ہیں انہیں سمجھ آجاتی ہے بلکہ بعض کیا بہت سے ایسے حضور اکرم ﷺ کے ارشادات ہیں جو چودہ سو سال کے بعد آج بھی خدا کے بعض بندوں کو سمجھ آتے ہیں اور بیچ میں بڑے بڑے غور اور فیض پانے والے موجود رہے لیکن پوری طرح سمجھ نہ سکے اور آئندہ زمانے میں بھی یہی ہوگا۔

قیامت تک کے رسولؐ ہونے کا ایک یہ بھی معنی ہے کہ آپؐ کی باتیں مختلف زمانوں میں اظہار کے لئے مخفی طور پر موجود ہیں لیکن جب ان کے اظہار کا زمانہ آئے گا تو اللہ تعالیٰ خود ایسے بندوں

کی تربیت کرے گا، ان کی رہنمائی فرمائے گا جن کو ان کا شعور عطا ہوگا اور پھر محمد رسول اللہ ﷺ کی باتوں کو سمجھ کر اپنے زمانے کو فیض پہنچائیں گے۔ پس یہ بھی ایک آنحضرت ﷺ کے دائمی معلم ہونے کا ثبوت ہے پہلے لوگوں کے خلاف کوئی گستاخی نہیں کہ وہ نہیں سمجھ سکے تھے آج کیسے بعض لوگ سمجھ گئے اس لئے کہ آنحضرت ﷺ کی باتیں بھی ان خزائن کی طرح ہیں جن کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے کہ ہمارے پاس محفوظ ہیں لیکن ہم ان کو نازل کرتے ہیں حسبِ قدر، حسبِ ضرورت، حسبِ موقع۔ جب ضرورت پیش آتی ہے ہم ان خزائن کو اس طرح نکالتے ہیں گویا وہ نازل ہورہے ہیں، پہلی دفعہ گویا تم نے دیکھے ہیں۔ پس جیسی کتاب ہے ویسا ہی رسول ﷺ ہے ویسی ہی گہرائیاں اس کے کلام میں پائی جاتی ہیں۔ پس کسی زمانے میں اس کی باتوں کی کنہہ کو پالینا نہ پہلوں کی تخفیف ہے، نہ محمد رسول اللہ ﷺ کے متعلق کہا جاسکتا ہے کہ ایسی بات کردی جو چودہ سو سال سمجھ نہیں آئی آج سمجھ آنی تھی۔ اس لئے کہ وہ وقت وہی تھا خدا کے نزدیک اور قرآن کا جو بیان ہے یہ دائمی ہے کہ بعض اوقات بعض خزائن ہیں جو وقت کے اوپر خدا کی تقدیر کے تابع اتارے جاتے ہیں اور روشن کئے جاتے ہیں۔

ایک موقع پر ایک صحابی ابوحنیفہؓ روایت کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ ایک مجمع سا لگا ہوا ہے تو میں نے توجہ کی اپنے والد سے پوچھا یہ کیا ہے تو انہوں نے فرمایا کہ صحابی عبداللہ بن حارث زبیدیؓ نے یہ مجلس لگائی ہوئی ہے اور رسول اکرم ﷺ کی باتیں کررہے ہیں۔ کہتے ہیں میں دوڑ کر اس مجمع میں داخل ہوا تو سنا کہ یہ کہہ رہے تھے کہ جو شخص بھی **تفقہ فی الدین** پیدا کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے تمام کاموں کا خود متکفل ہو جاتا ہے اور ایسی ایسی جگہوں سے رزق کے سامان مہیا کرتا ہے کہ اس کے وہم وگمان میں بھی نہیں۔ (مسند الامام الاعظم، کتاب العلم)۔

پس **تفقہ فی الدین** سے مراد یہ ہے کہ دینی احکام پر غور کرتے رہنا اور ان کی حکمتوں تک رسائی کی کوشش کرنا اور یہ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ کے جو دوسرے پہلو ہیں اس کی طرف توجہ دلانے والی نصیحت ہے۔ علم تو ہے لیکن اس علم کی کنہہ، اس کی غرض وغایت، اس کے اندرونی راز، کن معنوں میں اس کو دوسروں پر چسپاں کیا جاسکتا ہے یا اور دوسری چیزوں پر چسپاں کیا جاسکتا ہے، بہت وسیع مضمون ہے لیکن خلاصہ یہی ہے کہ علم حاصل کرنا کافی نہیں جب تک اس میں ڈوب کر اس میں مضمر حکمتیں، اس کے اندر پوشیدہ عقل کی گہری باتوں تک آپ کی رسائی نہ ہو اور فرمایا

جوان باتوں میں وقت صرف کرتا ہے اس کے رزق میں برکت دی جاتی ہے۔اب یہ عجیب بات ہے کہ رزق کی برکت سے اس کا بظاہر کیا تعلق ہے لیکن اسی بات میں ڈوب کر دیکھیں تو سمجھ آ جائے گی کیونکہ ہر علم میں دبے ہوئے خزانوں ہی کا نام حکمت ہے اور جو شخص دنیا کے خزانوں کی جستجو کی بجائے علوم کے خزانوں کی جستجو کرتا ہے اور ان کی تہہ تک اترتا ہے۔وہ چونکہ روحانی اور علمی خزانوں کو ترجیح دیتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ دنیا کے لحاظ سے اس کا ضامن بن جاتا ہے اور جس اعلیٰ مقصد کی خاطر اس نے ادنیٰ چیزوں سے صرفِ نظر کی تھی اللہ تعالیٰ ان چیزوں کو بھی اس کا غلام بنا کر اس کے پیچھے چلاتا ہے۔ایک یہ بھی معنی ہے اور ایک یہ بھی معنی ہے کہ جنہوں نے علوم کی تہہ تک اترنے میں پورا انہماک کیا خواہ وہ دنیا کے علوم ہی تھے ان کے لئے خدا تعالیٰ نے بے شمار دولتیں اور خزائن اسی تفقہ کے نتیجے میں پیدا فرمادیئے۔پس دنیا میں جتنی بڑی امیر قومیں ہیں، جتنی بڑی طاقتور قومیں ہیں وہ گویا آنحضرت ﷺ کے اس فرمان کی برکت سے عظیم اور طاقتور بنی ہیں۔

اگر چہ انہوں نے براہ راست سنا نہیں ہے مگر حکمت کی بات تو دائمی ہوتی ہے ہر زمانے میں زندہ رہتی ہے۔

پس آنحضرت ﷺ جو اس بات کا رزق میں برکت سے تعلق جوڑ رہے ہیں یہ کوئی فرضی بات نہیں ہے۔بہت ہی گہرا مضمون ہے اور حقیقی اور دائمی مضمون ہے۔پس آج بھی اگر آپ دنیوی علم میں بھی تفقہ حاصل کریں گے تو اللہ تعالیٰ آپ کے اموال میں، آپ کے قومی اموال اور طاقت اور آپ کی وجاہت میں برکت ڈالے گا اور ایسی قومیں پھر غریب نہیں رہتیں جو علم کے نیچے اتر کر اس کی تہہ تک جا کر ان کی حکمتوں کی تلاش کرتی ہیں اور انفرادی طور پر وہ لوگ بھی جو دین کے معاملے میں تفقہ کرتے ہیں اور گہری کھوج لگا کر علم کی باتوں کی تلاش کرتے ہیں، ان کی تہہ تک پہنچتے ہیں ان سے یہ خدا تعالیٰ کا ایک اور اس رنگ میں بھی وعدہ پورا ہوتا ہے کہ ایسے لوگوں کے اموال میں برکت ملتی ہے، ان کی اولاد کے اموال میں برکت ملتی ہے۔بعض دفعہ نسلاً بعد نسل وہ ان برکتوں کو کھاتے ہیں۔

پس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے وہ صحابہؓ جنہوں نے تفقہ میں بہت زیادہ وقت صرف کیا ہے اور محنت کی ہے اور لوگوں کے لئے فیض کا موجب بنے ان کی اولادیں دنیا میں پھیلی ہوئی ہیں۔بہت ہی خدا تعالیٰ سے رزق اور فضل میں انعام یافتہ ہیں مگر پتا نہیں ان میں سے کسی

کو احساس بھی ہے کہ نہیں یا سب کو احساس ہے ، کہ نہیں کہ یہ وہ ان کے آباؤ جداد نے جو **تفقه فی الدین** کیا تھا یہ اسی کی برکت ہے کہ ان پر دنیا کے خزانے بھی انڈ یلے جارہے ہیں۔

پس آنحضرت ﷺ کی باتیں ایسے معلم کی باتیں ہیں جس کو خدا نے علم سکھایا ہے اور ان باتوں کو ہلکی نظر سے دیکھنے سے آپ کا اپنا نقصان ہوگا ان میں ہی ڈوبیں تو یہ **تفقة فی الدین** ہے۔

حضرت ابوقتادہؓ کی روایت ہے ابن ماجہ سے لی گئی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا بہترین چیزیں جو انسان اپنی موت کے بعد پیچھے چھوڑ جاتا ہے وہ تین ہیں نیک اولاد جو اس کے لئے دعا گو ہو، صدقہ جاریہ جس کا ثواب اسے پہنچتا رہے گا اور ایسا علم جس پر اس کے بعد والے عمل کرتے رہیں۔(ابن ماجہ باب ثواب معلم الناس)۔تو علم کو عمل سے جوڑ دیا ہے اور حقیقی علم وہی ہے جس پر عمل ہو سکے اور جس کے نتیجے میں عمل سے فائدہ پہنچے۔ورنہ وہ علم جو زبانی کلامی بحثوں سے تعلق رکھتا ہے جیسے بعض دانشور اکٹھے مجلسیں لگاتے اور بظاہر علم کی باتیں کر رہے ہوتے ہیں لیکن اس کے پیچھے کوئی عمل بعد میں نہیں آتا، نہ ان کی باتیں کسی عمل کا تقاضا کرتی ہیں، نہ کسی بعد میں آنے والے عمل کی نشاندہی کرتی ہیں۔دلچسپ مجلسیں ہیں خواہ شعراء کی ہوں یا دوسرے دانشوروں کی ہوں، تبصرہ نگاروں کی ہوں، وہ تو ان میں بیٹھنا ہے، اٹھنا ہے اور واپس چلے جانا ہے اور کوئی بھی روشنی ایسی نہیں ملتی جو راہ عمل دکھائے اور اس راہِ عمل پر چل کر کوئی فائدہ پہنچ سکے۔

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ علم کے تعلق میں اپنے لئے یہ دعا مانگا کرتے تھے کہ اے میرے اللہ میں تیری پناہ چاہتا ہوں اس علم سے جو بے فائدہ ہے۔کیسی اہم دعا ہے۔علم کا مضمون مکمل نہیں ہوتا اس دعا کے بغیر۔اس دل سے جس میں تیرا خشوع نہیں۔میں اس دل سے بھی پناہ چاہتا ہوں جس میں تیرا خوف اور تیرے سامنے عاجزی نہیں ہے یہ عین سے خشوع ہے جس مطلب ہے عجز اور جھکنا تیرے حضور۔اس دل سے پناہ مانگتا ہوں جو تیرے حضور بچھا نہیں رہتا۔اس نفس سے پناہ مانگتا ہوں جو سیر نہیں ہوتا۔یہاں عجیب بات ہے کہ جو ترجمہ کرنے والا ہے اس نے تین باتیں اپنی طرف سے کر دی ہیں حالانکہ چار باتیں ہیں ترجمہ میں لفظ تین غلط ہے۔میں نے عربی دیکھی ہے اس میں تین کا کوئی ذکر نہیں یہ روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ اپنے لئے یہ دعا مانگا کرتے تھے ایک یہ کہ میں تیری پناہ چاہتا ہوں اس علم سے جو بے فائدہ ہے، اس دل سے

جس میں تیرے حضور عاجزی اور تیرے حضور بچھ رہنا نہیں ہے۔اس نفس سے جو سیر ہی نہیں ہوتا۔اب یہاں یادرکھیں کہ سیری سے مرادعلم کی سیری یہاں نہیں ہے۔ یہ بھی ضروری ہوتا ہے کہ بات کے، موقع محل کے مطابق معنی صحیح کئے جائیں۔علم سے سیری کا تو کوئی مضمون دکھائی ہی نہیں دیتا کہیں۔علم تو ایک جاری چیز ہے وہ تو ہمیشہ ہی جب طلب بجھتی ہے تو طلب پیدا کر جاتا ہے اور دو چیزوں میں یہ بات پائی جاتی ہے ایک جہنم میں اور ایک حصول علم میں اور اسی طرح خدا تعالیٰ کے وصال کے تعلق میں بھی یہ بات پائی جاتی ہے گویا جنت اور جہنم دونوں اس حیثیت سے ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہیں۔جہنم میں بھی ہر بد جو اپنے نفس کی خواہش رکھتا ہے وہ سیر نہیں ہوتا اور یہاں اس طرف اشارہ ہے کہ وہ بدانسان جو سیر ہی نہ ہو جس کے گناہ ہوتے چلے جائیں اور پھر مزید کی طلب باقی رہے اس کی جہنم بھی ایسی ہی بنے گی کہ جب خدا پوچھے گا کہ تو سیر ہوگئی تو یہ کہے گی ھل من مزید اور بھی کچھ ہے اور بھی کوئی جہنمی ہے تو ڈال کیونکہ یہ تو طلب نہ ختم ہونے والی طلب ہے یعنی ہر جہنمی جہنم کی تخلیق کرتا ہے اصل میں اور اس کا مزاج جہنم کا مزاج بن جاتا ہے لیکن یہ جو سیری ہے یہ اس سیری کا نہ ہونا اس کا نیکی سے بھی تعلق ہے اور وصال الٰہی سے بھی تعلق ہے اور یہاں وہ مضمون بیان نہیں ہورہا یہ میں سمجھانا چاہتا ہوں کہ وہاں بھی یہی مزاج ہے کہ سیری نہیں ہوتی اور پھر اس دعا سے پناہ مانگتا ہوں جو قبول نہیں کی جاتی یہ مضمون ایسا ہے جسے ٹھہر کر سمجھنے کی ضرورت ہے۔بعض دفعہ دعائیں قبول نہیں ہوں کچھ دیر کے بعد قبول بھی ہو جاتی ہیں۔یہ کون سی دعا ہے جس سے پناہ مانگی جارہی ہے ایسی دعا جو الٰہی منشاء کے خلاف ہو جس میں بندے کی رضا کا خدا کی رضا سے ٹکراؤ ہو فرمایا وہ دعا ہے جو قبول نہیں کی جاتی یعنی نہ آج نہ کل۔نہ جلد نہ بدیر۔اس لئے اے خدا وہ دعا میرے دل میں ڈال ہی نہ، وہ طلب ہی میرے دل میں پیدا نہ کر جس کو میں مانگوں جو تو نے قبول کرنی ہی نہیں کیونکہ وہ تیرے مزاج کے خلاف ہے۔

پس یہ وہ علم کا مضمون ہے جس کو مدنظر رکھتے ہوئے میں نے آج آپ کو بعض نصیحتیں بھی کرنی تھیں جو علمی کام سپرد ہوئے ہیں جو ایم۔ٹی۔اے کے ذریعے جاری ہیں جس میں عدم تعاون کی وجہ سے بعض لوگوں کی لاعلمی کے نتیجے میں اب تک ساری دنیا کی جماعت انتظار میں بیٹھی ہے کہ وہ پروگرام کیوں نہیں شروع ہورہے۔اس سلسلے میں پھر میں انشاء اللہ آئندہ خطبے میں روشنی ڈالوں گا اور جو وقت اس سے بچے گا وہ انشاء اللہ دوسری نصیحتوں میں صرف ہوگا۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ